پروفیسر ملک ذوالفقار علی

افغانستان کے عرب قبائل

۱۹۲۴ء میں پروفیسر مورگنستیرن نے پہلی مرتبہ افغانستان کے بعض شمالی علاقوں میں عربی بولنے والے قبائل کے وجود کا انکشاف کیا۔ ۱۹۵۷ء میں عالمی شرق شناسوں کی چوبیسویں کانفرنس میں جو میونخ میں منعقد ہوئی افغان علما کی ایک جماعت نے شرکت کی۔ ان کی جانب سے ایک مجمل سا مقالہ پیش کیا گیا جس میں ان عرب قبائل کے محلِ وجود، آبادی اور ان کے وطن کے جغرافیائی حالات کا مختصر تذکرہ تھا۔ اس مقالے کا خلاصہ اس مؤتمر کی روداد میں درج ہے :

فروری ۱۹۶۶ میں کیمبرج یونیورسٹی کے مرکز برائے تحقیقات متعلقہ شرق اوسط میں میرے ایک استاد ڈاکٹر سارجنٹ نے ان قبائل کا تذکرہ کیا، اور مجھے یہ ہدایت کی کہ پاکستان پہنچ کر افغانستان جاؤں اور ان قبائل کا کھوج لگاؤں اور ان کی لہجے پر تحقیق کروں ۔ چنانچہ ۱۹۶۸ کی تعطیلات گرما میں میں افغانستان گیا اور تقریباً ایک ماہ شمالی افغانستان میں مقیم رہا۔ یہ مقالہ میرے اس سفر کا ماحصل ہے ۔

یہ عرب قبائل دریائے جیحون کے کنارے تاریخی شہر بلخ کے نواح میں مزار شریف اور شبرغان کے علاقے میں آباد ہیں۔ میں انتہائی کاوش اور جستجو کے بعد ان کے چار دیہات کا کھوج لگا سکا ہوں۔

۱- خوشحال آباد : یہ گاؤں دولت آباد نامی شہر کے مغرب میں واقع ہے اور ولایتِ مزار شریف میں شامل ہے ۔

۲- یخدان : یہ گاؤں دولت آباد کے جنوب میں واقع ہے اور یہ بھی ولایتِ مزار شریف میں ہے ۔

۳- سلطان اریغ: یہ گاؤں آقچہ نامی شہر کے مغرب میں ہے اور حکومت اعلیٰ شبرغان کے ماتحت ہے۔

۴- حسن آباد: یہ گاؤں شبرغان کے شمال مشرق میں ہے۔

ان چار دیہاتوں میں مقیم عربوں کی کل تعداد تین ہزار کے قریب ہے۔

یہ چاروں قریے ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں۔ دریائے جیحون کے دوسرے کنارے روس میں ان قریوں کے بالمقابل عرب قبائل کے دیگر دیہات موجود ہیں۔ روسی مستشرقین نے ان قبائل کے لہجہ اور زبان پر کچھ تحقیقی کام کیا ہے۔ بدقسمتی سے مجھے روسی عرب قبائل پر مواد پاکستان میں میسر نہیں آسکا۔

ان قبائل کے ترکِ وطن کر کے افغانستان آنے اور یہاں بس جانے کے بارے میں تاریخ میں کچھ مذکور نہیں۔ نہ یہ ہمیں واضح طور پر معلوم ہو سکا ہے کہ یہ ابتداءً کہاں کے رہنے والے تھے۔ ان عربوں اور افغانستان کے شمالی علاقوں کے باشندوں کی زبانی روایات سے جو تواتر سے چلی آرہی ہیں، یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ قبائل تیموری فتوحات کے دور میں یہاں آکر آباد ہوئے۔ مذکورہ بالا دیہاتوں کے بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ وہ درحقیقت یمن کے رہنے والے ہیں۔ لیکن اُن کا یہ قول کسی تاریخی دلیل و شاہد پر مبنی نہیں۔

افغانستان کے عربی بولنے والے ان قبائل کے لب و لہجہ، رسم و رواج اور عادات کا مطالعہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سعودی عرب کے بادیہ نشینوں سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے لہجے میں بعض حروف مثلاً 'ق' بصورتِ 'گ' اور کلمات و تراکیب مثلاً اش محل بمعنی کیا وقت ہے۔ مصری بمعنی پانی اور حبحب بمعنی تربوز ایسے ہیں جو سعودی عرب کے بعض قبائل میں آج بھی رائج ہیں لیکن بعض اصطلاحات ایسی بھی ہیں جو مصر، شام، عراق اور دیگر علاقوں کی روزمرہ میں رائج ہیں۔ بنابریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عرب قبائل کسی خاص علاقہ سے متعلق نہیں بلکہ ان کے مختلف گروہ مختلف علاقوں سے آئے اور یہاں بس گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نقل مکانی کی عادت کی بنا پر یہ لوگ افغانستان میں آباد ہونے سے پیشتر مختلف علاقوں میں گھومتے پھرتے رہے اور ان کی زبان اور لہجہ مختلف عربی لہجوں سے متاثر ہوا۔

افغانستان میں عربی زبان کی بقا کے وجوہات

افغانستان قدیم زمانے سے علوم عربیہ کا مرکز رہا ہے اور یہاں کے باشندے عربی زبان سے گہرا شغف رکھنے کی بنا پر ممتاز رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مذکورہ بالا عرب قبائل نقل مکانی کر کے افغانستان میں آباد ہوئے تو انھوں نے وہاں کے ماحول کو عربی زبان کے لیے سازگار پایا۔ لہذا انھوں نے عربی میں ہی باہم گفتگو کرنے اور عربی میں ہی روزمرہ کے کاروبار کو انجام دینے کو ترجیح دی۔ چونکہ عربی ایک جامع و مانع زبان ہے جو دیگر زبانوں سے جلد متاثر نہیں ہوتی، اس لیے اُن کے لیے اپنی زبان باقی رکھنا آسان ہو گیا۔

یہ عرب قبائل افغانستان میں آ بسنے کے بعد الگ تھلگ زندگی بسر کرتے رہے، اور حتی الامکان دیگر اقوام سے علیحدہ رہے۔ انھوں نے ہر قیمت پر اپنی بدویت قائم رکھنے کی کوشش کی جس کی بدولت ان کی زبان کے تحفظ و بقا میں مدد ملی۔

یہ لوگ آپس میں ہمیشہ عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی شخص کسی عرب عورت سے شادی کرے (انھوں نے دوسری اقوام کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کرنا صرف چند برس سے شروع کیا ہے) تو اسے بھی عربی سکھائی جاتی ہے۔ ان کے بچے جب تک مکتب نشین نہیں ہوتے اس وقت تک عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان سے واقف نہیں ہوتے۔ عربی میں گفتگو نہ کر سکنا ان میں سخت عیب سمجھا جاتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر مرورِ قرنہا قرن کے بعد بھی یہ قبائل عربی میں گفتگو کرتے ہیں

معاشرتی حالت

یہ قبائل اپنے مذکورہ صدر دیہات میں گندم، جَو، روئی وغیرہ کی کاشت کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ کھالوں اور قالینوں کا کاروبار بھی کرتے ہیں اور خاصے فارغ البال ہیں۔ کاشتکار اور تاجر بننے کے باوجود انھوں نے اپنے پرانے پیشے یعنی گلہ بانی کو ترک نہیں کیا۔ وہ اب بھی صحراؤں اور پہاڑوں کے دامن میں رہائش کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ انھیں اونٹ اور بھیڑ بکریاں چرانے میں سہولت رہے۔ بدویت کے دیگر آثار مثلاً فطرت اور نیچر سے لگاؤ بھی ان میں موجود ہے علاوہ ازیں وہ جلدی جلدی باتیں کرتے ہیں، بہت اونچا بولتے ہیں، جلد غصے میں آجاتے ہیں۔

شہری لوگوں سے بہت کم تعلق رکھتے ہیں۔

ان عربوں میں مخصوص موسیقی یا عربی کے مقامی گیت موجود نہیں۔ البتہ قدیم عربی داستانوں اور روایتوں کو یہ لوگ اپنے مخصوص لہجے میں بیان کرتے ہیں۔ سوگ اور ماتم داری میں متوفی کی قریبی رشتہ دار عورتیں مخصوص ماتمی لباس پہنتی ہیں اور اپنے بال بازوؤں پہ پریشان کر کے میت کے گرد چکر کاٹتی ہیں اور عربی میں نوحہ سرائی کرتی ہیں۔ ماتم کی رسوم ایک سال تک جاری رہتی ہیں۔ عربوں کی شادی بیاہ کی رسوم ان میں بالکل مفقود ہو گئی ہیں، فقط ایک گاؤں ایتح میں چند بوڑھی عورتیں ہیں جو شب زفاف کو عربی لہجے میں گاتی اور رقص کرتی ہیں۔ جہاں تک مہمان نوازی کا تعلق ہے وہ سخی بلکہ مسرف ہیں۔ ضیافتوں پر بہت خرچ کرتے ہیں۔ ان کی عورتوں کا لباس بہت لمبا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے سر کی چادر سات میٹر کے کپڑے سے تیار کی جاتی ہے۔ جوان لڑکیاں اپنی زلفوں میں بالوں کی رسیاں باندھتی ہیں اور سر کے پچھلے حصے میں خریطہ کی قسم کا کپڑا اور سینے اور پشت اور کمر کے ارد گرد سکوں کی مالا باندھتی ہیں۔ ایسا لباس افغانستان کے دیگر قبائل میں رائج نہیں۔

افغانستان کا عربی لہجہ

افغانستان کے عرب قبائل کی زبان کے سلسلے میں یہ بات خاص طور پہ قابلِ ذکر ہے کہ ان میں نہ صرف لڑکوں، جوانوں اور بوڑھوں کی زبان مختلف ہے بلکہ ایک گاؤں کی زبان اور دوسرے گاؤں کی زبان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پہ میں نے دولت آباد کے ایک سال خوردہ بوڑھے سے جب یہ سوال کیا کہ تم عربوں کے یہاں کتنے گاؤں ہیں تو اس نے جواب دیا "نحن اربع قری" (ہمارے چار گاؤں ہیں) یہی سوال جب شبرغان کے ایک ان پڑھ نوجوان سے کیا گیا تو اُس نے جواب دیا: "نحن اربع قشلاغ است" جب ان کی توجہ زبان میں اس اختلاف کی طرف مبذول کروائی جائے تو سب اس تفاوت کا انکار کرتے ہیں، بلکہ ان دیہاتوں کے سفید ریش بزرگ یہ کہتے ہیں کہ ان دیہاتوں میں نہ صرف لب و لہجہ یکساں اور تفاوت سے مبرا ہے بلکہ جو لب و لہجہ اُن میں رائج ہے وہ بلکہ وہی ہے جو اُن کے آباد اجداد کا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ مرورِ زمانہ کا زبان پر گہرا

اثر ہوتا ہے، البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ماضی قریب اور حال کے لہجے کا تفاوت اتنا محسوس نہیں ہوتا۔ چنانچہ خود یہ لوگ (حالانکہ یہ اس طرح کے تفاوت کے منکر ہیں) اپنی عورتوں اور مردوں کی زبان کے فرق کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان کی عورتیں مردوں کی نسبت بہتر عربی بولتی ہیں اور ان کا لب ولہجہ خالص عربی لب ولہجہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ عرب عورتیں غیر عرب لوگوں سے کم میل ملاپ رکھتی ہیں۔

یہ لوگ دیگر اقوام سے عام طور پر فارسی میں گفتگو کرتے ہیں اور جب وہ غیر عربوں سے محوِ گفتگو ہوں تو سوائے حا اور عین کے خاص عربی تلفظ کے اور جلد جلد اور بلند آواز میں گفتگو کرنے کے عربی زبان کا اور کوئی اثر ان میں نظر نہیں آتا۔ ہنگامی ضرورت کی بنا پر یہ لوگ کبھی کبھی غیر عربی کلمات کو عربی بول چال میں استعمال کر لیتے ہیں۔ مثلاً کلمہ پگاہ یا پگاہی کو جس کے معنی فارسی میں صبح کے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے عربی میں بلپگاہ بنا لیا ہے۔

یہ لوگ نماز اور قرآن مجید غیر عرب علما سے تحصیل کرتے ہیں اس لیے وہ بالکل فارسی لہجے میں تلاوت کرتے ہیں۔ ان کا عربی لہجہ فارسی زبان سے خاصہ متاثر ہوا ہے۔ مثال کے طور پر اسمائے عدد کو لیجیے۔ یہ لوگ ایک سے لے کر چھ تک اور سَو، دوسَو اور تین سَو کے لیے عربی اعداد استعمال کرتے ہیں اور ان کے سوا بقیہ تمام اعداد کے لیے فارسی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ ایک سے دس تک یوں گنتی کرتے ہیں:

واحد، اثنین، ثلاث، اربع، خمس، ست، ہفت، ہشت، نہ، دہ۔ وہ یکصد کے لیے فدغلیبزۃ، دو صد کے لیے غلیبزتین اور سہ صد کے لیے ثلاث غلیبزۃ کی تراکیب استعمال کرتے ہیں۔

یہ لوگ جملہ اعضائے جسم انسانی کے لیے عربی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ غالباً انھیں اعضا کے فارسی نام معلوم نہیں۔ ان کے ہاں اعضائے جسم انسانی کے جو اسما مستعمل ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

رأس (سر)، رقبۃ (گردن)، اذن (کان)، کتف (شانہ)، عین (آنکھ)، ظہر (پشت)، انف (ناک)، بطن (پیٹ)، خشم (منہ)، سرۃ (ناف)، سن (دانت)، ید

(ہاتھ)، شعر (بال)، رجل (پاؤں)۔

بعینہٖ ان کی لغت میں حیوانات اور گلہ بانی کے بارے میں اکثر الفاظ عربی ہیں۔ ان الفاظ کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

کیش (گھوڑا)، مرزہ (بچھیرا)، فرس (گھوڑا)، نعجۃ (بھیڑ)، بقر (گائے)، خروف (دُنبہ)، حمار (گدھا)، بعیر (اونٹ)، کلب (کتا)، رز (چاول)، تیرہ (مرغ)، حنطہ (گندم)، عنزہ (بکری)، غرب (درخت)، دہن (روغن)، بصل (پیاز)، گدر (دیگ)

اس مختصر سے گوشوارہ کی بنا پر عمومی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ افغانستان کے عرب قبائل کے لہجہ میں عربی الفاظ بہ نسبت ان الفاظ کے جو غیر عربی زبانوں سے داخل ہوئے ہیں زیادہ ہیں۔ اس بارے میں مفصل تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ محقق عربی کے علاوہ ازبکی تاجکی اور فارسی میں بھی مہارت رکھتا ہو تاکہ عربی زبان سے فارسی، ازبکی اور تاجکی کے دخیل کلمات کو الگ کر سکے۔

بحث اصوات و حروف

اگرچہ اس علاقے کی عربی زبان پر غیر عربی زبانوں کا خاصہ اثر ہوا ہے اور عربی حروف و اصوات میں سے اکثر ایسے ہیں کہ ان کا صحیح عربی تلفظ باقی نہیں رہا اور نہ اُن کے اصل مخارج ہی اب قائم ہیں، تاہم اسم اور فعل مضارع کی ابتدا کسرہ سے کرنا جو آج کل کی روزمرہ بولی جانے والی عربی کا خاصہ ہے ان لوگوں کی بول چال میں کمال سلامتی کے ساتھ موجود ہے۔ ان کے جملہ افراد اس ممیزہ کی بے تکلفی سے رعایت برتتے ہیں۔ مثلاً کلمہ عَین (آنکھ) جو کہ فصیح عربی میں بفتح اول و سکون دوم و سوم ہے۔ عربی کے عامی لہجات میں کسرہ اوّل سے ادا کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ بھی اس کلمہ کو کسرہ اول سے ادا کرتے ہیں۔ اس ممیزہ کی دیگر مثالیں بیت اور شئ ہیں۔ یہ دونوں الفاظ فصیح زبان میں بفتح اوّل استعمال ہوتے ہیں لیکن عامی لہجات میں کسرہ اوّل کے ساتھ یہ قبائل بھی ان الفاظ کو کسرہ اوّل کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ کلمہ ارُز جس کے معنی چاول کے ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں رِزّ کی صورت میں مستعمل ہے اور دُہن بمعنی روغن جو ضمہ اوّل کے ساتھ ہے ان کی لغت میں دِہن کسرہ اوّل کے ساتھ استعمال کیا جاتا

ہے۔ فعل مضارع کے ابتدا میں کسرہ کی مثالیں ملاحظہ ہوں:
نِطلع۔ نِقری، نِذْہب۔

عربی کے حروف سالم میں 'حا' اور 'ع' کا صحت کے ساتھ تلفظ غیر عربوں کے لیے بہت مشکل ہے لیکن ان اقوام میں بچے اور بزرگ سب کے سب ان کا تلفظ بڑی صحت سے کرتے ہیں۔ اگر ایک لفظ میں یہ حرف دوبارہ آجائے تو بڑی آسانی اور پوری صحت و سلامتی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ مثلاً کلمہ حبحب، جو اُن کے روزانہ محاورے میں تربوز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بعض حروف جن میں مَیں نے 'حا' اور 'ع' کا ٹھیک ٹھیک تلفظ سُنا ہے یہ ہیں:

نحن (ہم)، دعمت (چلو)، واحد (ایک)، عنزہ (بکری)، حمار (گدھا)، عندک (تمہارے ہاں)، حنطۃ "(گندم)، عنب (انگور)، حِل (واپس لوٹو)، نعہ (آؤ)، حایط (دیوار)، تطلع (تو آتا ہے) نعجہ (بھیڑ)، نرعہ (ہم چراتے ہیں)

وہ حروف جو ادا و تلفظ کے اعتبار سے اپنے اصل مخارج سے ادا نہیں کیے جاتے، بلکہ اُن کے مخارج ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ہیں کثیر ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حائط کا تلفظ حایط کیا جاتا ہے۔ یہ ایسی مثال ہے جہاں ہمزہ کلمہ کے وسط میں واقع ہوا ہو، اگر ہمزہ کلمہ کے آخر میں بھی ہو تو بھی وہ 'یا' میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً نقرأ کو نقری پڑھا جاتا ہے۔ البتہ ہمزہ اگر کلمہ کے ابتدا میں ہو تو اپنی اصلی حالت میں باقی رہتا ہے۔ حرف 'طا' کو بیشتر صورتوں میں 'تا' میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً بطن کو بتن اور حائط کو حایت پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ 'ثا' و 'صاد' کو 'س' کی طرح ادا کیا جاتا ہے۔ مثلاً ثوب کو سوب اور یصل کو یسل پڑھا جاتا ہے۔ حرف 'ج' نہ تو مصری لہجے کی طرح گاف میں اور نہ ادنی لہجے کی طرح 'ژ' میں بدلتا ہے۔ بلکہ عراقی لہجے کی طرح اصل حالت پر قائم رہتا ہے۔ یعنی اس کی قرأتِ ادبی باقی رہی ہے۔ 'ذ'، 'ض'، 'ظا' کا تلفظ 'زا' کی

طرح ہوتا ہے۔ مثلاً اذن کو ازن، اضرب کو ازرب اور ظہر کو زہر ادا کرتے ہیں۔ 'ذ' اگر کلمہ کے آخر میں ہو تو اسے مصریوں اور شامیوں کی طرح 'د' میں بدل دیتے ہیں۔ مثلاً اخذ، ناخذ۔ حرف 'ق'، کا تلفظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ بعض کلمات ایسے ہیں کہ ان میں 'ق'، سعودی عرب، بعض عراقی علاقوں، مغرب اور مصر کی طرح 'گ' میں بدل دیا جاتا ہے۔ مثلاً فدر کو گدر کی صورت میں تلفظ کرتے ہیں اور دقیق کا تلفظ دگیگ کیا جاتا ہے۔ کبھی 'ق'، کو مصر وشام کے عام لہجے کی طرح ہمزہ میں بدل دیا جاتا ہے۔ مثلاً دقیق کا تلفظ دئیگ بھی کیا جاتا ہے۔ بایں ہمہ ان کے ہاں ایسے کلمات کی بھی کمی نہیں جن میں 'ق'، کا تلفظ عین ادبی لہجہ میں قدیم قرأت کے مطابق ہوتا ہے۔ مثلاً قریہ، بقر، رقبہ وغیرہ حرفِ ہ کو یہ عموماً یا میں بدل دیتے ہیں۔

نحوی فوائد اور جملوں کی ترکیب

شمالی افغانستان کی عربی صرف ونحو کے اعتبار سے بھی فارسی اور ازبکی سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ اس عربی لہجے میں اسم ضمیر اور فعل میں مذکر اور مونث کا فرق کلی طور پر باقی نہیں رہا۔ ماضی، مضارع، امر غائب اور امر مخاطب کے صیغوں میں بھی اکثر فرق نہیں کیا جاتا۔ مثلاً کلمہ 'لوگد' کو فعل امر اور نفدی کو فعل ماضی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ پہلا صیغہ مضارع غائب کا ہے اور دوسرا مضارع متکلم کا۔ باوجودیکہ تثنیہ کا صیغہ فارسی اور ازبکی میں بالکل نہیں پایا جاتا ہے ان کے محاوروں اور بول چال میں موجود ہے۔ مثلاً کلمہ عینین جسے فصیح لہجے کے مطابق فتح 'ع' و' ن' اول سے تلفظ کیا جاتا ہے اور جو مدت مدید سے عامیانہ زبان میں 'ع' اور ن اوّل کے کسرہ سے ادا کیا جاتا رہا ہے، ان کے لہجے میں دیگر علاقوں کے عامی لہجے کے مطابق موجود ہے۔ تثنیہ کی دوسری مثالیں غلیزتین، اذنین، ایدین وغیرہ ہیں۔ یہ لوگ واحد اور جمع کے مابین فرق کرتے ہیں۔ مثلاً کلمہ ازرب بمعنی مار اور ازربوا بمعنی مارو استعمال ہوتا ہے۔

ان قبائل کے محاورہ کے مطابق عربی جملوں کی ترکیب کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں یہ لوگ عربی جملے بناتے وقت بعض اوقات فارسی تراکیب سے تاثر قبول کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو فارسی جملہ 'گپ بزن' اس کا ترجمہ وہ لفظ بلفظ کرتے ہیں اور کہتے

ہیں: گپ ازرب، حالانکہ اس کا معادل عربی میں تکلم ہے، دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ عربی جملے مرتب کرتے وقت اسم کو فعل پر مقدم رکھتے ہیں۔ ایسا غالباً وہ فارسی زبان کے زیرِ اثر کرتے ہیں۔ کیونکہ فارسی میں جملہ میں اسم فعل پر مقدم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ جملہ ملاحظہ ہو: 'نان بخورد' اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسم یعنی نان فعل یعنی بخورد سے پہلے آیا ہے لیکن عربی میں اس کے برعکس ہوتا ہے اور سوائے استثنائی مقامات کے فعل اسم سے پہلے آتا ہے۔ ابھی ابھی ہم نے جو جملہ اوپر لکھا ہے اس کا ترجمہ فصیح عربی میں یوں ہوگا۔ 'یاکل الخبز' لیکن افغانی عرب اس جملے کو جملہ اسمیہ کی صورت میں لاتے ہیں اور خبز یاکل کہتے ہیں۔

ذیل میں ان کی روزمرہ کی خصوصیات سے اخذ کردہ چند جملے مثال کے طور پر درج ہے ان سے نہ صرف ان کے لہجے کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اسم کو فعل سے پہلے لاتے ہیں۔

نعجہ نرمہ	عندک مرزہ شدہ
زرعہ نزرع	موی مشیرہ
جبل نغدی	کفش جرلعہ
حایت ازرلوا	اشن محل من بیت نطلع
شعر راس ناخذ	بلبیت شدہ
نافراخد	عندک شی دعمت جی
بیت رحنا	اوتہ گدرہ ویوگد
حنطہ جیب	بانذار نغدی
دین بجیب	پلیگاہ نقدم
بسل جیب	

ان کے روزمرہ کے محاورے میں اس طرح کی سیکڑوں دیگر تراکیب مستعمل ہیں جنھیں وہ کامل عربی تلفظ میں ادا کرتے ہیں۔